دیجئے، جو آپ کے پاس ذی علم جادوگر لے آئیں پھر مقررہ دن پر تمام جادوگر جمع کئے گئے اور فرعون نے لوگوں سے کہا کہ تم بھی مجمع میں حاضر ہو جاؤ، تا کہ اگر جادوگر غالب آجائیں تو ہم ان کی ہی پیروی کریں۔

جادوگر: اگر ہم جیت گئے تو ہمیں کچھ انعام بھی ملے گا۔

فرعون: ہاں! تم میرے خاص درباری بن جاؤ گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام: جادوگروں سے کہا جو کچھ تمہیں ڈالنا ہے ڈال دو، انہوں نے رسیاں اور لاٹھیاں ڈال دیں اور کہنے لگے کہ عزت فرعون کی قسم! ہم یقیناً غالب رہیں گے۔ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی میدان میں ڈال دی، جس نے اس وقت ان کے جھوٹ موٹ کے کرتب کو نگلنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھتے ہی جادوگر بے اختیار سجدے میں گر گئے اور رب العالمین پر ایمان لائے۔

فرعون: آپ ایمان لائے میری اجازت کے بغیر! میں ابھی تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ دوں گا اور تم سب کو سولی پر لٹکا دوں گا۔

جواب میں کہا: کوئی حرج نہیں، ہم تو اپنے رب کے طرف لوٹنے والے ہیں۔(۳۹)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قوم سے مکالمہ:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم بنی اسرائیل کے ساتھ بھی مکالمہ ہوا جس میں گائے (بقرہ) ذبح کرنے کا حکم دیا گیا، اسی مکالمے (قصے) کی وجہ سے اس سورت کا نام بقرہ رکھا گیا جو کہ یہ قرآن مجید کی سب سے بڑی سورت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام: اے میری قوم! بچھڑے کو معبود بنا کر تم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، اب تم اپنے پیدا کرنے والے کے طرف رجوع کرو، وہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

قوم موسیٰ (علیہ السلام): جب تک ہم اپنے رب کو سامنے نہ دیکھ لیں ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام: اللہ تعالیٰ تمہیں ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے۔

قوم موسیٰ: (اے موسیٰ!) ہم سے مذاق کیوں کرتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام: میں مذاق کرنے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔

قوم موسیٰ: دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے اس کی ماہیت بیان کرے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ گائے نہ تو بالکل بڑھیا ہو، نہ بچہ، بلکہ درمیانی عمر کی ہو۔

قوم موسیٰ: (اے موسیٰ!) دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ بیان کرے کہ اس کا رنگ کیسا ہو؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام: اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ گائے سبز رنگ کی ہو۔

قوم موسیٰ: اب رب سے دعا کیجئے کہ ہمیں اس کی مزید صفات بتلائے؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ گائے کام کرنے والی، زمین میں ہل جوتنے والی اور کھیتوں کو پانی پلانے والی نہ ہو، وہ تندرست اور بے داغ ہو۔

قوم موسیٰ: (اے موسیٰ!) اب آپ نے حق واضح کر دیا۔ (۴۰)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام سے مکالمہ:

حضرت خضر علیہ السلام کے نبی ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف ہے، لیکن سورہ کہف کی آیت ۶۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی تھے، اگرچہ وہ مرتبے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے افضل نہیں تھے لیکن علم میں افضلیت رکھتے تھے اور اسی علم سیکھنے کے بارے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے درمیان مکالمہ ہوا، جس کا ذکر قرآن مجید میں مذکور ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام: میں آپ کی تابعداری کروں؟ کہ آپ مجھے اس نیک علم کو سکھا دیں جو آپ کو سکھایا گیا ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام: آپ میرے پاس ہرگز صبر نہیں کر سکتے۔

حضرت موسیٰ ء: انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔

حضرت خضر علیہ السلام: اگر آپ میرے ساتھ چلنا چاہتے ہیں تو یاد رہے کہ کسی چیز کے بارے میں مجھ سے کچھ نہ پوچھنا، جب تک کہ میں خود اس کی نسبت کوئی تذکرہ نہ کروں۔

پھر کشتی میں سوار ہوئے، تو اس (حضرت خضر علیہ السلام) نے کشتی کے تختے توڑ دیئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام: آپ اسے توڑ رہے ہیں تا کہ کشتی والوں کو ڈبو دیں۔

حضرت خضر علیہ السلام: میں نے تو پہلے ہی تجھ سے کہہ دیا تھا کہ تو میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام: میری بھول پر مجھے نہ پکڑیئے۔

پھر چلے یہاں تک کہ ایک لڑکے کو پایا جسے حضرت خضر علیہ السلام نے مار ڈالا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام: آپ نے ایک پاک جان کو بغیر کسی وجہ کے مار ڈالا؟

حضرت خضر علیہ السلام: میں نے تو پہلے ہی تجھ سے کہہ دیا تھا کہ تو میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں کر سکے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام: اب اگر اس کے بعد میں آپ سے سوال کروں تو بیشک آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا۔

پھر دونوں ایک گاؤں میں پہنچے جہاں گرنے والی ایک دیوار کو درست کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام: اگر آپ چاہتے تو اس (دیوار بنانے) پر اجرت لے لیتے۔

حضرت خضر علیہ السلام: بس یہ جدائی ہے تیرے اور میرے درمیان۔(۴۱)

اور پھر حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتایا کہ کشتی کے تختے میں نے اس لئے جدا کئے کہ جہاں یہ لوگ کشتی پر جا رہے تھے، وہاں ایک ظالم بادشاہ تھا جو کشتیوں کو ضبط کر لیتا تھا، اور جس لڑکے کو میں نے مارا اس کے والدین ایمان والے تھے، لیکن خوف ہوا کہ کہیں یہ انہیں سرکشی اور کفر سے عاجز و پریشان نہ کر دے اور دیوار کا قصہ یہ ہے کہ اس شہر میں دو یتیم بچے ہیں جن کا خزانہ اس دیوار کے نیچے دفن ہے، ان کا باپ بڑا نیک شخص تھا، تو تیرے رب کی چاہت تھی کہ یہ دونوں یتیم اپنی جوانی کی عمر میں آ کر اپنا یہ خزانہ تیرے رب کی مہربانی اور رحمت سے نکالیں، یہ تھی اصل حقیقت ان واقعات کی جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔(۴۲)

حضرت سلیمان علیہ السلام کا مکالمہ:

حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹے تھے، حضرت داؤد علیہ السلام پر مشہور الہامی کتاب زبور نازل ہوئی تھی۔(۴۳) اللہ تعالیٰ نے انہیں لوہے کی صنعت کا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو جانوروں کی بولیوں کا علم عطا کیا گیا تھا۔(۴۴)

حضرت سلیمان علیہ السلام کا مکالمہ اس لئے منفرد حیثیت کا حامل ہے کہ اس میں چونٹیوں، ہدہد پرندے، بی بی بلقیس، سبا قوم کے سرداروں اور ایک قوی ہیکل کی بات چیت شامل ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام: لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے۔(سلمان کے لشکر میں انسان،

جن اور پرندے شامل تھے)

چیونٹی نے کہا: اے چیونٹیو! اپنے اپنے گھروں میں گھس جاؤ، ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں سلیمان اور اس کا لشکر تمہیں روند ڈالے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کا جائزہ لیا اور کہنے لگے کیا بات ہے میں ہدہد کو نہیں دیکھتا۔

ہدہد کا جواب: میں سبا کی سچی خبر تیرے پاس لایا ہوں، میں نے دیکھا کہ ان کی بادشاہت ایک عورت کر رہی ہے اور اس کا تخت بڑی عظمت والا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام: اب ہم دیکھیں گے کہ تو نے سچ کہا ہے یا جھوٹ بولا ہے اور میرا یہ خط لے جا کر انہیں دے آؤ۔

بی بی بلقیس: میرے سردارو! تم مجھے اس معاملے میں مشورہ دو، میں کسی امر کا قطعی فیصلہ نہیں کیا کرتی جب تک تمہاری موجودگی اور رائے نہ ہو۔

سرداروں نے کہا: ہم قوت والے ہیں اور سخت لڑنے والے ہیں آگے آپ کا اختیار ہے۔

بی بی بلقیس: بادشاہ جب کسی بستی میں گھستے ہیں تو اسے اجاڑ دیتے ہیں اور وہاں کے باعزت لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے میں (اس کی خدا پرستی دیکھنے کے لئے) ایک ہدیہ بھیجنے والی ہوں پھر دیکھ لوں گی کہ قاصد کیا جواب لے کر لوٹتے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام: اے قاصدو! کیا تم مال سے مجھے مدد دینا چاہتے ہو؟ مجھے تو میرے رب نے اس سے بہت بہتر دے رکھا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اعلان کیا کہ تم میں سے کوئی ہے جو ان کے مسلمان ہو کر پہنچنے سے پہلے اس کا تخت مجھے لا دے۔

ایک قوی ہیکل جن کا جواب: قبل اس کے کہ آپ اپنی اس مجلس سے اٹھیں، اس سے پہلے میں اسے آپ کے پاس لا دیتا ہوں۔

ایک علم والا انسان بولا: آپ کے پلک جھپکائیں نے بھی پہلے میں اسے آپ کے پاس پہنچا سکتا ہوں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام: جب تخت بلقیس کو اپنے پاس پایا تو فرمانے لگے، یہ میرے رب کا فضل ہے۔

جب بی بی بلقیس آئی تو اسے کہا گیا کہ کیا ایسا ہی آپ کا تخت ہے؟

حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربان: اس سے کہا گیا کہ محل میں چلی چلو، جسے دیکھ کر یہ سمجھ کر کہ یہ حوض ہے اس نے اپنی پنڈلیاں کھول دیں تو دربانوں نے کہا یہ تو شیشے سے جڑی ہوئی عمارت ہے۔

بی بی بلقیس: میرے پروردگار! اب میں سلیمان علیہ السلام کے ساتھ اللہ رب العالمین کی مطیع اور فراں بردار بنتی ہوں۔(۴۵)

بی بی بلقیس کے والد کا نام شراحیل تھا جو بڑے ملک (سبا) کے بادشاہ تھے۔(۴۶)

حضرت زکریا علیہ السلام کا مکالمہ:

حضرت زکریا علیہ السلام کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا اور بیت المقدس کی نئی تعمیر کے بعد اس کی دیکھ ل کرتے تھے، آپ خاموشی سے دعا مانگنے میں مشہور تھے، اور بڑھاپے کو پہنچنے تک اولاد کی تمنا دل ارہی آپ اپنے وارث (اولاد) کے لئے اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے۔

حضرت زکریا علیہ السلام: اے میرے پروردگار! میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں، بڑھاپے کی وجہ سے، لیکن میں کبھی بھی تجھ سے دعا کر کے محروم نہیں رہا، مجھے اپنے مرنے کے بعد اپنی قرابت والوں کا ڈر ہے، میری بیوی بھی بانجھ ہے پس تو مجھے اپنے پاس سے وارث عطا فرما۔

اللہ سبحانہ: زکریا! ہم تجھے ایک بچے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام: میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا، جب کہ میری بیوی بانجھ اور میں خود بڑھاپے کو پہنچ چکا ہوں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ: مجھ پر تو یہ بالکل آسان ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام: اے پروردگار میرے لئے کوئی علامت مقرر فرما۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ: تیرے لئے علامت یہ ہے کہ تو تین راتوں تک کسی سے بول نہ سکے گا۔(۴۷)

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کو فرزند یحییٰ علیہ السلام عطا فرمایا جس کو بھی نبوت عطا ہوئی۔(۴۸)

حضرت بی بی مریم، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ملائکہ میں مکالمہ:

حضرت بی بی مریم کے والد کا نام عمران (۴۹) اور والدہ نام بی بی حنہ تھا، جس نے منت مانی کہ مجھے جو بچا پیدا ہوگا اسے بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف کروں گی۔ جب اسے بیٹی (بی بی مریم) پیدا ہوئی تو کہنے لگی کہ بیٹی کو کیسے وقف کروں (بیٹی تو بیٹے کی طرح نہیں ہوتی)، اللہ تعالیٰ نے بیٹی کی خدمت بھی بیت المقدس کے لئے قبول فرمائی اور ان کی کفالت حضرت زکریا علیہ السلام کے ذمے ٹھری جو پیغمبر اور بی بی صاحبہ کے خالو تھے۔(۵۰) فرشتوں نے بی بی مریم کو خبر دی کے اللہ تعالیٰ نے تجھے برگزیدہ اور پاک کر دیا اور سارے جہاں کی عورتوں میں سے تیرا انتخاب کرلیا۔(۵۱) اسی دوران اللہ تعالیٰ نے بی بی صاحبہ کو بیٹے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کی بشارت دی تو بی بی صاحبہ اور ملائکہ کے درمیان مکالمہ ہوا۔

حضرت بی بی مریم: (جب حضرت جبرئیل علیہ السلام بی بی مریم کے گھر میں بغیر اجازت کے داخل ہوئے تو بی بی صاحبہ ڈر گئیں کہ کہیں یہ شخص بری نیت سے نہ آیا ہو، تب انہوں نے کہا) میں تجھ سے رحمان کی پناہ مانگتی ہوں، اگر تو کچھ بھی اللہ سے ڈرنے والا ہے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام: میں اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا قاصد ہوں اور تجھے ایک پاکیزہ لڑکا دینے آیا ہوں۔

حضرت بی بی مریم: بھلا میرے ہاں بچہ کیسے ہوسکتا ہے؟ مجھے تو کسی بشر کا ہاتھ تک نہیں لگا اور نہ میں بدکار ہوں۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام: بات تو یہی ہے لیکن تیرے پروردگار کا ارشاد ہے کہ یہ مجھ پر بہت ہی آسان ہے۔

پھر بی بی صاحبہ حمل سے ہوگئیں اور ایک دور کی جگہ چلی گئیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے حکم ہوا کہ اگر کوئی شخص تم سے بات کرنا چاہے تو اسے کہہ دینا کہ میں نے رحمان کے نام کا روزہ رکھا ہے، میں آج کسی سے بات نہیں کروں گی، پھر جب بی بی صاحبہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو اسے اپنی قوم میں لے کر آ گئیں۔

قوم کا سوال: اے ہارون کی بہن نہ تو بری تھی نہ تیرا باپ برا تھا اور نہ ہی تیری ماں بدکار تھی۔

بی بی مریم: بچے کی طرف اشارہ کیا (یہ سوال اسی بچے سے پوچھئے)

قوم کا سوال: ہم گود کے بچے سے کیسے بات کریں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام: بچہ بول اٹھا کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب عطا فرمائی اور مجھے اپنا پیغمبر بنایا ہے۔ (۵۲)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر الہامی کتاب انجیل نازل ہوئی اور ان کے ماننے والے عیسائی کہلاتے ہیں، آج دنیا میں عیسائی مذہب کے ماننے والے سب سے زیادہ ہیں۔

حضرت محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کفار کے ساتھ مکالمہ:

حضرت محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخری پیغمبر اور رسول ہیں اور ان پر نازل ہونے والی کتاب قرآن مجید آخری الہامی کتاب ہے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نیک عمل کرنے اور برائی سے دور رہنے کی نصیحت کی اور ان کو آخرت کے عذاب سے آگاہ کیا تو کفار آخرت کے انکاری بنے۔ جس پر ان کے ساتھ مکالمہ ہوا۔

کفار: کیا ہم مر کر مٹی اور ہڈی ہو جائیں گے، کیا پھر بھی ہم ضرور اٹھائے جائیں گے؟

اللہ سبحانہ وتعالیٰ: (اے پیغمبر!) پوچھئے تو سہی کہ زمین اور اس کی کل چیزیں کس کی ہیں؟

کفار: فوراً جواب دیں گے کہ اللہ ہی کی ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ: (اے پیغمبر!) پوچھئے کہ تمام چیزوں کا اختیار کس کے ہاتھ میں ہے؟

کفار: اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

پیغمبر علیہ السلام: پھر تم کدھر سے جادو کر دیئے جاتے ہو۔

کفار: (صور پھونکنے کے بعد وہ لوگ کہیں گے) اے پروردگار! ہماری بدبختی ہم پر غالب آ گئی، ہم تھے ہی گمراہ، اے پروردگار! ہمیں یہاں سے نجات دے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ: پھٹکارے ہوئے یہیں پڑے رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو، پھر اللہ تعالیٰ ان سے پوچھے گا کہ تم کتنے برس تک زمین پر رہے۔

کفار: ایک دن یا ایک دن سے بھی کم۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ: واقعی تم وہاں بہت ہی کم رہے ہو، کاش! تم جان لیتے۔ (۵۳)

قرآن کریم کے پیش کردہ چند مکالمات آپ کی خدمت میں پیش کئے گئے ہیں تاکہ مکالمہ کے اسلوب سامنے آسکیں۔

حواشی وحوالہ جات:

۱۔ فیروز الدین، فیرووز اللغات (نیا ایڈیشن)، ص ۱۱۱۲، ج ۲، فیروز سنز لاہور اور وحید الزمان کیرانوی، القاموس الاصطلاحی (عربی اردو)، ص ۴۶۵، ناشر دارالاشاعت کراچی طبع اوّل

۲۔ سورہ بقرہ، آیت ۳۰

۳۔ سورہ حجر، آیات ۲۸ سے ۳۴

۴۔ شیخ محمد بن احمد، تفسیر الخطیب، ج ۲، ص ۶۷، ناشر دارالکتب العلمیہ بیروت طبع اول، سال ۲۰۰۴ء اور ابوالکلام آزاد، تجمان القرآن، ج ۲، ص ۱۹۲، ناشر اسلامی اکیڈمی لاہور، سال طبع ۱۹۷۱ء

۵۔ صلاح الدین یوسف، تفسیر قرآن، ص ۱۲۵۹، ناشر شاہ فہد قرآن پرنٹنگ کمپلیکس سعودی عربیہ۔

۶۔ سورہ ہود، آیت ۲۶ سے ۴۸

۷۔ سعید حویٰ، الاساس فی التفسیر، ج ۱، ص ۲۵۶۳، ناشر دارالسلام بیروت، طبع ثانی سال ۱۹۸۹ء

۸۔ وھبۃ زحیلی، تفسیر المنیر، ج ۶، ص ۳۷۹، ناشر دارالفکر بیروت، طبع ثانی سال ۲۰۰۳ء

۹۔ صلاح الدین یوسف، تفسیر قرآن، ص ۶۱۲، ناشر شاہ فہد قرآن پرنٹنگ کمپلیکس سعوودی عربیہ

۱۰۔ وھبۃ زحیلی، تفسیر المنیر، ج ۶، ص ۴۰۶، ناشر دارالفکر بیروت، طبع ثانی سال ۲۰۰۳ء

۱۱۔ سورہ ہود، آیت ۵۰ سے ۵۶

۱۲۔ حفظ الرحمان سیوہاروی، قصص القرآن، ج ۱، ص ۱۰۴، ناشر دارالاشاعت کراچی

۱۳۔ ایضاً، ج ۱، ص ۱۲۳

۱۴۔ سورہ ہود، آیت ۶۱ سے ۶۴

۱۵۔ سورہ ہود، آیت ۶۵ سے ۶۷ تک کا خلاصہ
۱۶۔ سعید حویٰ، الاساس فی التفسیر، ج ۵، ص ۲۵۷۶، ناشر دارالسلام بیروت، طبع ثانی، سال ۱۹۸۹ء
۱۷۔ صلاح الدین یوسف، تفسیر قرآن، ص ۴۹۔۵۰، ناشر شاہ فہد قرآن پرنٹنگ کمپلیکس سعودی عربیہ
۱۸۔ سورہ حجر، آیت ۵۲ سے ۵۸
۱۹۔ صلاح الدین یوسف، تفسیر قرآن، ص ۸۹۸، ناشر شاہ فہد قرآن پرنٹنگ کمپلیکس سعودی عربیہ
۲۰۔ سورہ انبیاء، آیت ۵۲ سے ۶۹
۲۱۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۲۶ سے ۱۳۱
۲۲۔ صلاح الدین یوسف، تفسیر قرآن، ص ۶۲۱ ناشر شاہ فہد قرآن پرنٹنگ کمپلیکس سعودی عربیہ
۲۳۔ وھبۃ زحیلی، تفسیر المنیر، ج ۶، ص ۴۳۷، ناشر دارالفکر بیروت، طبع ثانی سال ۲۰۰۳ء
۲۴۔ سورہ ہود، آیت ۷۸ سے ۸۱
۲۵۔ سورہ ہود، آیت ۸۲
۲۶۔ محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح البخاری، ج ۱، ص ۴۷۹، ناشر قدیمی کتب خانہ کراچی
۲۷۔ سورہ یوسف، آیت ۴ سے ۳۳
۲۸۔ سورہ یوسف، آیت ۵۰ اور ۵۱
۲۹۔ سورہ یوسف، آیت ۵۸ کا خلاصہ
۳۰۔ اسماعیل بن کثیر، قصص الانبیاء، ج ۱، ص ۱۸۱، ناشر مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ، طبع اوّل سال ۱۹۹۷ء
۳۱۔ وھبۃ زحیلی، تفسیر المنیر، ج ۶، ص ۴۱۵، ناشر دارالفکر بیروت، طبع ثانی سال ۲۰۰۳ء
۳۲۔ سورہ ہود، آیت ۸۴ سے ۹۳
۳۳۔ سورہ ہود، آیت ۹۴

۳۴۔ صلاح الدین یوسف، تفسیر قرآن، ص ۲۰، ناشر شاہ فہد قرآن پرنٹنگ کمپلیکس سعودی عربیہ

۳۵۔ سورہ قصص، آیت ۲۷

۳۶۔ سورہ بقرہ، آیت ۴۷

۳۷۔ سورہ بقرہ، آیات ۴۷ سے ۵۲ کا خلاصہ

۳۸۔ سورہ بقرہ، آیات ۱۱۱ اور ۱۲۰

۳۹۔ سورہ شعراء، آیات ۱۰ سے ۵۰

۴۰۔ سورہ بقرہ، آیات ۵۴ سے ۷۱

۴۱۔ سورہ کہف، آیت ۶۶ سے ۷۸

۴۲۔ سورہ کہف، آیت ۷۹ سے ۸۲ تک کا خلاصہ

۴۳۔ صلاح الدین یوسف، تفسیر قرآن، ص ۱۰۴۶، ناشر شاہ فہد قرآن پرنٹنگ کمپلیکس سعودی عربیہ

۴۴۔ ایضاً

۴۵۔ سورہ نمل، آیت ۱۶۔۴۴

۴۶۔ وھبۃ زحیلی، تفسیر المنیر، ج ۱۰، ص ۳۱۲، ناشر دار الفکر بیروت، طبع ثانی سال ۲۰۰۳ء

۴۷۔ سورہ مریم، آیات ۴ سے ۱۰

۴۸۔ سورہ مریم، آیت ۱۲

۴۹۔ انبیاء علیہم السلام کے خاندانوں میں دو عمران گزرے ہیں، ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے والد اور دوسرے حضرت مریم کے والد۔

۵۰۔ سورہ آل عمران، آیات ۳۵ سے ۳۷ تک کا خلاصہ

۵۱۔ سورہ ال عمران، آیت ۴۲

۵۲۔ سورہ مریم، آیات ۱۸ سے ۳۰

۵۳۔ سورہ مومنون، آیات ۸۲ سے ۱۱۴

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاے راشدینؓ کے دور میں مکالمے کی روایت اور اس کا ارتقاء

پروفیسر ڈاکٹر محمود الحسن عارف
شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ
پنجاب یونیورسٹی، لاہور

ABSTRACT

The concept of dialogue between different religions, nations, sects and tribes was well known in the Arabia as well as outside the Arabia, before Islam. Some research scholars say that this kind of the conversation was initiated by Socrate and Plato, but it is not true. The kind of conversation started by Socrate and Plato, was a literary form, not conversation it self.

There are some difference between, Munazira, and Dialogue. The Holy Quran prevents from Mujadila and supports Mujadila Ahsan i.e. dialogue.

The Holy Prophet of Islam Hazrat Muhammad (P.B.U.H) has utilized this kind of conversation to solve mutual problems of the new created Muslim society and to develop mutual understanding and harmony between different schools of thought and to seek co-operation of the other tribes/nations. The same situation remained during the period of Khulifai Rashidien (11-40 AH/622-665AD). The article comprises upon some details of the Dialogue during the region of Hazrat Muhammad (P.B.U.H) and his successors/Khulafa.

مکالمے (Dialogue) یا باہمی مذاکرے کی روایت یوں تو بہت قدیم ہے، بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ جب سے حضرت انسان اس دنیا میں آیا اس وقت سے باہمی مکالمے کی یہ روایت موجود ہے۔ تاہم جوں جوں حضرت انسان کی عقل و شعور میں پختگی آتی رہی، تو اس کے ساتھ ساتھ ''مکالمے یا مذاکرے'' کی انسانی اوصاف میں بھی اضافہ ہوتا رہا(۱)۔

اس سے قبل کہ مکالمے یا مذاکرے کی عہد نبوی اور عہد خلافت راشدہ کی روایت کا ذکر کیا جائے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مکالمے یا مذاکرے کی قدیم تاریخ کا بھی مختصر سا جائزہ لے لیا جائے۔

مکالمے (Dialogue) کی روایت کے ارتقا کو افلاطون (Plato/B.c428-347) کی طرف منسوب کیا جاتا ہے(۲) جو قدیم کتب میں مکالمے کی فارم (شکل وصورت) سے متاثر ہوا اور اس نے ایک مستقل کتاب بعنوان Dialogue تصنیف کی جس میں اُس نے فلسفیانہ مسائل کو بیان کرنے کے لیے مکالمے کا انداز اختیار کیا تاہم یہ انداز بھی افلاطون سے قبل سقراط (Socrates) کے ہاں موجود تھا اور افلاطون نے یہ تصور اسی سے لیا۔

محققین کے مطابق اس کا مطلب یہ ہے کہ سقراط یا افلاطون نے ٹھوس علمی اور فکری مسائل کو بیان کرنے کے لیے مکالمے کا انداز اختیار کیا(۳)، جبکہ تاریخ عالم میں اس بات کا کوئی ذکر نہیں ملتا کہ مختلف مسائل کو حل کرنے کے لیے مکالمے یا مذاکرے کی روایت کا آغاز کب اور کہاں سے ہوا؟

تاہم قرآن کریم میں بیان شدہ حضرت ہابیل اور قابیل کے واقعے سے یہ تأثر ملتا ہے کہ اس روایت کا آغاز اس کائنات میں حضرت آدم کی تخلیق کے ساتھ ہی ہو گیا تھا(۴) اور وقت کے ساتھ ساتھ یہ روایت ارتقا پذیر رہی۔

اسلام سے قبل عربوں میں بھی یہ روایت اچھی ترقی یافتہ شکل میں موجود تھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جدامجد جناب ہاشم بن عبدمناف نے گفتگو یا مکالمے کے ذریعے قریش مکہ کے لیے گرمی اور سردی کے سفروں کی اجازت شاہان شام وعراق سے حاصل کی تھی(۵) جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جوانی کے دنوں میں کمزوروں کی مدد کے معاہدہ ''حلف الفضول'' کا احیا بھی اسی روایت کی موجودگی کا اظہار ہے(۵۔الف)، اسی طرح قریش مکہ میں موجود عہدوں میں سے ایک عہدہ سفارت کا بھی تھا، جو ولادت نبوی کے وقت بنو مخزوم میں تھا اور حضرت عمر فاروقؓ برسوں سے اس عہدے پر متعین تھے اس عہدے کے حامل فرد کی ذمہ داری دوسری اقوام سے گفت وشنید، یا مذاکرہ ہی تھا اور حضرت عمر فاروقؓ

اپنی یہ ذمہ داری احسن طریقے پر انجام دیتے تھے(٦)۔ اس کے علاوہ مکہ مکرمہ میں ''دارالندوہ'' کی موجودگی سے بھی باہمی مکالمے یا مذاکرے کی روایت کا پتہ چلتا ہے۔

پھر وقت کے ساتھ ساتھ مکالمے کے پہلو بہ پہلو مناظرے یا مجادلے کی روایت بھی پروان چڑھتی رہی(٧)۔ اور قرآن کریم میں مباحثے کی اجازت اور مجادلے سے ممانعت(٨) سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اس زمانے میں دونوں روایات موجود تھیں۔

تاہم قدیم عربی تاریخ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں اگر کوئی جنگ شروع ہو جاتی تو اس کو روکنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ سوائے اس کے کہ کوئی ایک فریق مکمل طور پر تباہ ہو جاتا اور ایسا بھی ہوتا کہ جنگ کے بعد جب ایک فریق ہار جاتا، تو وہ اس کا بدلہ اپنے بچوں کے جوان ہونے تک ملتوی کر دیتے اور جب نئی نسل جوان ہوتی، تو وہ بھی جنگ کے اُسی ''جہنم'' میں کود جاتی، جس میں اس کے بزرگوں نے کود کر خودکشی کی تھی(٩)۔

اس لیے جب اسلام آیا، تو عرب کے بہت سے قبیلے ان لڑائیوں سے تھک چکے تھے اور کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہتے تھے، جس کے ذریعے ان جنگوں سے باعزت طور پر اپنا دامن چھڑا سکیں۔ اس ضمن میں یثرب میں آباد قبائل اوس اور خزرج کا خصوصی طور پر ذکر کیا جا سکتا ہے۔

٢۔ ڈائیلاگ یا مکالمے کے بنیادی اصول وضوابط:

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکالمے کی ''روایت'' کو انسانی فلاح و بہبود اور اس کی بہتری کے لیے استعمال کیا اور اس کے اصول ومبادی اور اس کے مقاصد کا تعین بھی فرمایا۔ اس ضمن میں آئندہ زیر بحث آنے والے مسائل کو سمجھنے کے لیے چند بنیادی باتوں کا فہم ضروری ہے، جو درج ذیل ہیں:

ا۔ مکالمے یا ڈائیلاگ کی وسعت:

اسلام نے مکالمے یا ڈائیلاگ کو پوری دنیا اور اس میں موجود تمام طبقات انسانی، تمام مذاہب اور اس کے حاملین اور تمام قوموں اور ان کے نمائندوں تک وسیع فرمایا ہے(١٠)۔ اس لیے اسلامی نقطۂ نگاہ سے یہ کہنا درست اور صحیح نہیں کہ یہ مکالمہ یا ڈائیلاگ فلاں فریق، نسل یا مذہب سے ہو سکتا ہے اور فلاں فلاں گروہ، مذہب یا نسل سے نہیں ہو سکتا۔

۲۔ بامقصد مکالمہ/Dialague :

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں سے گفت وشنید اور ان سے مذاکرات کے لیے اس بات کو لازمی قرار دیا ہے کہ یہ مذاکرات یا مکالمہ بامقصد ہونا چاہیے اور محض مکالمہ برائے مکالمہ یا بحث برائے بحث نہیں ہونی چاہیے(۱۱)۔

۳۔مشترکات کی تلاش:

مکالمے اور مذاکرے کو بامقصد اور ثمرآور بنانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ گفتگو شروع کرنے سے قبل ان بنیادی باتوں یا ان ''مشترکات'' کو تلاش کرلیا جائے جن پر مکالمے یا ''مذاکرے'' کی بنیاد رکھی جاسکتی ہو جیسا کہ قرآن حکیم میں اہل کتاب کو مکالہ کی دعوت دیتے ہوئے ''توحید اور عدم شرک'' کے اصول کو بطور ''اساس کار'' اپنانے کی ہدایت کی گئی ہے(۱۲)۔

۴۔مدلل اور علمی گفتگو:

اسلام نے ''مجادلے'' کو بھی ''مجادلۂ احسن'' بنانے کی ہدایت کی ہے(۱۳)، جبکہ ''مکالمے یا مذاکرے'' کے متعلق تو مکمل طور پر ''دلیل اور علمی اصولوں'' کی بنیاد پر ہی آگے بڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، اس ضمن میں ''نجرانی وفد'' سے جو مکالمہ ہوا اُسے سامنے رکھا جاسکتا ہے(۱۴)۔

۵۔نتائج وثمرات:

اسلام نے یہ بھی ہدایت کی ہے کہ باہمی مکالمات/ مذاکرات کا اختتام نتائج وثمرات پر ہونا چاہیے۔ خواہ وہ تحریری صورت میں ہو، یا غیر تحریری صورت میں میثاق مدینہ کے موقع پر جو مذاکراہ یا مکالمہ ہوا، اس کے نتائج وثمرات کو تحریری صورت میں مدوّن کیا گیا، لیکن عہد نبوی میں مختلف قبائل اور وفود کے ساتھ جو مکالمات ہوئے، ان کے نتائج (معاہدے) بیش تر غیر تحریری صورت میں مرتب ہوئے اسلام نے ان دونوں صورتوں کو اختیار کیا ہے۔

اس طرح عہد نبوی اور عہد خلافت راشدہ کا مطالعہ ہمیں مذاکرات ومکالمات کے ایک ایسے سلسلے کی طرف رہنمائی کرتا ہے، جو زندہ اور باشعور قوموں اور ریاستوں کا ہمیشہ دستور رہا ہے اور اس بابرکت دور میں ان اصولوں کا خصوصی طور پر خیال رکھا گیا ہے۔

عہد نبوی کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

(الف) مکی دور (ب) مدنی دور

ان دونوں ادوار میں مکالمات کی تفصیل درج ذیل ہے:

(الف) مکی دور:

اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں سب سے بڑا اور سب سے مہتم بالشان مقصد اور مشن لیکر تشریف لائے تھے اور یہ مقصد یا مشن محض کسی ایک قبیلے، قوم، ملک اور علاقے کی حکومت و سیادت قائم کرنے تک محدود نہ تھا، بلکہ اس کا مقصد بلاتمیز رنگ و نسل، ملت وقوم اور زمانہ پوری انسانیت کی بھلائی اور اس کی فلاح و بہبود کا تھا، جسے قرآن کریم میں یوں پیش کیا گیا ہے:

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىِٕثَ وَ یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ(۱۵)

''وہ لوگ جو (محمد) رسول اللہ کی جو نبی امی ہیں، پیروی کرتے ہیں، جن کے اوصاف کو وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ انہیں نیک کاموں کا حکم دیتے اور برے کاموں سے روکتے ہیں، اور پاک چیزوں کو ان کے لیے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام ٹھہراتے ہیں اور ان پر سے بوجھ اور طوق جو ان کے سر اور گلے میں تھے، اُتارتے ہیں۔''

پھر مقصد جتنا بڑا اور مشن جتنا عظیم ہو، اس کے مطابق مکالمے اور مذاکرے کی اہمیت بھی اتنی ہی بڑھ جاتی ہے، اسی لیے پوری انسانی تاریخ میں مکالمے اور مذاکرے کا جتنا استعمال آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ملتا ہے، اتنا استعمال کسی بھی دوسرے شخص یا فرد کی زندگی میں نہیں ملتا۔

مزید برآں ایک کامیاب سیاسی قائد اور حاکم اعلیٰ کی ایک خاصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ مکالمے

یا مذاکرے کی ٹیبل پر وہ کچھ حاصل کر لیتا ہے، جو اُس نے جنگ کے میدان میں بھی حاصل نہیں کیا ہوتا، اور ناکام حکمران جیتی ہوئی جنگ کو مذاکرات کی میز پر ہار دیا کرتے ہیں۔

لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جو اعلیٰ ترین اوصاف وکمالات عطا فرمائے، یہ انہی کا نتیجہ تھا کہ آپؐ نے کامیاب مکالمات اور مذاکرات کے ذریعے وہ کچھ حاصل کیا جو کسی اور شخص نے جنگوں سے بھی حاصل نہ کیا تھا۔ اس اعتبار سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کامیاب مذاکرات / مکالمات کا ایک پہلو یہ ہے کہ آپ نے انہیں ایک جنگی اور دفاعی حکمت عملی کے طور پر اور امن وامان کے قیام کے لیے اختیار فرمایا اور اپنی علمی اور مدلل گفتگو سے تاریخ کا رخ پھیر دیا۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مکالمات/ مذاکرات کا ایک اور پہلو یہ بھی ہے کہ آپؐ نے مکالمات کے لیے جو جزوقتی یا دوررس اہداف متعین فرمائے ان کے حصول میں آپ نے بڑی حد تک کامیابی حاصل کی تفصیل درج ذیل ہے:

(الف) مکی دور میں مذاکرات کے اہداف:

مکی دور میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قبیلے اور دوسرے قبائل سے جو مکالمات یا مذاکرات فرمائے، ان کا دوررس مقصد تو یہ تھا کہ دنیا میں اسلام کی اشاعت ہو، اور بھٹکی ہوئی انسانیت کو ہدایت کی روشنی میسر آجائے اور دنیا امن وامان کا گہوارہ بن جائے۔

تاہم جزوقتی مقاصد کے اعتبار سے مکی دور کو دو ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(ا/ الف) نبوی سے عام الحزن (حضرت خدیجہؓ اور جناب ابوطالب کی وفات) تک کے اہداف:

اوّلین عہد میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اصل مقصد اور ہدف یہ تھا کہ بنوہاشم اور دوسرے قریشی قبائل اسلام قبول کرلیں اور یوں مکہ مکرمہ ''مرکز اسلام'' بن جائے اس دور میں جو بھی مذاکرات/ مکالمات کے واقعات پیش آئے ان کا مقصد اور بنیادی ہدف یہی تھا۔ اس دور میں مکالمے یا مذاکرے کے درج ذیل واقعات پیش آئے۔

ا۔ بنوہاشم کے ساتھ مذاکرہ:

بنوہاشم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا خاندان تھا، آپ اسی خاندان کے چشم وچراغ تھے

آپ کا یہ خاندان جناب عبدالمطلب کی وفات (۸۔عمری) تک مکہ مکرمہ کی سیادت وقیادت کے منصب پر فائز رہا آپ کے دادا جناب ہاشم بن عبد مناف نے قریش مکہ کے لیے ''سردی اور گرمی'' کے دوسفر شروع کیےاور قحط کے زمانے میں لوگوں کو کھانا کھلانے اور حجاج کرام کی دعوت وضیافت کرنے کی رسم کی ابتدا کی (۱۶)۔

اس طرح یہ بڑی وجاہت اور بڑے اثر ورسوخ رکھنے والا خاندان تھا، اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خاندان سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔

انہی حالات کے پیش نظر آپ نے تبلیغ اور دعوت کی ابتدا اپنے گھر اور اپنے خاندان سے کی اور جب کئی مقدس ہستیوں نے اسلام قبول کرلیا تو آپؐ نے تمام ''بنو ہاشم'' کو دعوت دینے کا فیصلہ فرمایا۔ چنانچہ آپؐ نے جب حضرت علیؓ کو قبیلہ بنو ہاشم کے لیے کھانا تیار کرنے کا حکم دیا۔ کھانے میں چالیس افراد شریک ہوئے اور کھانا مختصر ہونے کے باوجود سب نے شکم سیر ہو کر کھایا۔ پہلے دو دن ابولہب کی بدزبانی کی بنا پر گفتگو کی نوبت نہ آئی اور لوگ بغیر کچھ کہے اور سنے منتشر ہو گئے۔

مگر تیسرے روز آپ کو موقع مل گیا اور آپ نے انہیں قبول اسلام کی دعوت دی اور اپنی گفتگو کا قرآن کریم میں دیے گئے اصولوں کے مطابق مشترکات سے شروع کی۔ آپ نے مذاکرات کی ابتدا ان الفاظ میں کی: ''اے عبدالمطلب کی اولاد! مجھے تمہاری طرف خاص طور پر اور باقی لوگوں کی طرف عام طور پر بھیجا گیا ہے، اور تم نے میری طرف سے ایک نشان دیکھ لیا ہے (مختصر سے کھانے سے چالیس افراد کی شکم سیری کا)، اللہ کی قسم مجھے کسی ایسے نوجوان کا علم نہیں، جو اپنی قوم کے پاس اس سے افضل پیغام لیکر آیا ہو، جو میں تمہارے پاس دنیا اور آخرت کی بھلائی کی صورت میں لایا ہوں۔

اب بتاؤ تمہاری رائے کیا ہے؟ کون میرے ہاتھ پر بیعت کرے گا، جو ایسا کرے گا وہ میرا بھائی اور میرا ساتھی ہوگا اور اس کے لیے یہ یہ ہوگا۔

مگر جواب میں خاموشی رہی، صرف ایک نو یا دس سال کا لڑکا اٹھا آپؐ نے اسے بٹھا دیا، دوبارہ آپؐ نے اپنی بات دوہرائی مجمع سے پھر وہی ایک آواز بلند ہوئی، آپ نے اس بچے کو پھر بٹھا دیا اور اپنی بات تیسری مرتبہ دہرائی، تیسری مرتبہ بھی یہ بچہ اٹھا اور اُس نے آپ کا ساتھ دینے کا اعلان کیا اس پر آپؐ نے اپنا ہاتھ اس بچے کے ہاتھ پر مارا اور اُسے پکڑ لیا اور فرمایا تو دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ہے (۱۷)۔ یہ نو یا دس سالہ بچہ حضرت علیؓ تھے۔

اس طرح نتائج کے اعتبار سے یہ مکالمہ/ مذاکرہ گو بہت کامیاب نہیں رہا، لیکن ناکام بھی نہیں ہوا، اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدلل اور علمی گفتگو کے نتیجے میں خاندان کے متعدد افراد نے بالآخر اسلام قبول کرلیا اور جن میں حضرت علیؓ نے فوراً امداد و اعانت پر کمربستگی کا اعلان کیا، جبکہ حضرت حمزہؓ، حضرت ابوعبیدہؓ بن الحارث اور حضرت عباسؓ اور ان کا پورا خاندان رفتہ رفتہ مسلمان ہوئے جبکہ خاندان کے سربراہ جناب ابوطالب کی طرف سے آپ کو مکمل حمایت اور سرپرستی حاصل رہی۔

۲۔قریش مکہ سے مکالمہ:

پھر جب آپ کو حکم ملا کہ آپ اپنی نبوت کا اعلان عام کردیں، تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر کھڑے ہوکر تمام قبائل کو طلب کیا جو آسکا وہ آگیا اور جو نہیں آسکا، اس نے اپنا نمائندہ بھیج دیا۔ یہ موقع بھی قریش مکہ کے ساتھ عمومی مکالمے یا عمومی مذاکرے کا تھا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائی سوال و جواب کے بعد، فرمایا:

> ان الرائد لایکذب اھلة لو کذبتُ الناس جمیعاً ماکذبتکم لوغررت الناس جمیعاً ماغررتکم واللہ الذی لا إلہ الا ھو، انی رسول اللہ الیکم خاصة والی الناس کافة واللہ لتموتن کما تنامون ولیتقظّن کما تستیقظون ولتحاسبّن بماتعملون ولتجزون بالاحسان احساناً وبالسوء سوءً وانما الجنة ابداً والنار ابداً(۱۸)

> کوئی بھی خبر لانے والا (قاصد) اپنے گھر والوں سے جھوٹ نہیں بولتا اگر میں تمام لوگوں سے جھوٹ بولوں، تب بھی میں تم سے جھوٹ نہیں بولوں گا، اور اگر میں تمام لوگوں سے دھوکہ کروں تو تب بھی تم سے کوئی دھوکہ نہیں کروں گا، اللہ کی قسم، جس کے سوا، کوئی معبود نہیں، میں تم لوگوں کی طرف خاص طور پر اور تمام انسانوں کی طرف عام طور پر رسول مبعوث ہوا ہوں۔ بخدا تم جس طرح سوتے ہو، اسی طرح تم مروگے اور تم جس طرح جاگتے ہو اسی طرح تم دوبارہ اٹھوگے اور تم جو کچھ کرتے ہو، اس پر تمہارا محاسبہ ہوگا، اور تمہیں نیکی کا بدلہ نیکی

سے اور برائی کا بدلہ برائی سے دیا جائے گا اور بے شک جنت ابدی ہے اور دوزخ (بھی) ابدی ہے۔

اس کے جواب میں قریش کے اکثر قبائل کے نمائندے خاموش رہے، البتہ ابولہب نے بد تمیزی سے جواب دیا، جس پر اسے قرآن میں ہدف تنقید بنایا گیا۔

۳۔ ولید بن عتبہ سے مذاکرہ:

اسی طرح کا واقعہ اس وقت پیش آیا جب ولید بن عتبہ نے بیت اللہ شریف کے سامنے قریش مکہ سے اجازت لیکر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی اور قریش میں آپؐ کے حسب ونسب اور مرتبے کا ذکر کرکے کہا: اے محمد آپ نے اس دعوت کے ذریعے قریش میں پھوٹ ڈال دی ہے۔

''آپ اگر اس کے ذریعے مال جمع کرنا چاہتے ہیں تو ہم آپ کے لیے اتنا مال جمع کردیں گے کہ پورے مکہ میں آپؐ سے زیادہ مال دار اور کوئی نہیں ہوگا۔ اگر آپ اس دعوت کے ذریعے سرداری کا حصول چاہتے ہیں، تو ہم سب آپ کو اپنا سردار بنالیں گے، اگر آپ خوبرو عورتوں سے شادی کرنا چاہتے ہیں، تو ہم آپ کے نکاح میں حسین عورتوں کو جمع کردیں گے اور اگر آپ پر کسی آسیب یا جن کا سایہ ہے تو ہم عرب کے اچھے سے اچھے کاہن کو بلائیں گے، جو آپ کا علاج کریں گے، آپ نے اس کی یہ بات سن کو پوچھا اے ابوالولید تم نے اپنی بات پوری کرلی، اس نے کہا ہاں، اس پر آپ نے سورۂ حم السجدہ کی آیت سجدہ تک تلاوت فرمائی، پھر جب آپؐ نے سجدہ کرلیا، تو فرمایا: اے ابوالولید تمہارا جواب یہی ہے(۱۹)۔ اس سے ولید اتنا متاثر ہوا کہ اس نے قریش مکہ کو غیر جانب دار ہونے کا مشورہ دیا، مگر قریش نے اس کی یہ بات تسلیم نہ کی۔

۴۔ سرداران قریش سے مکالمہ:

اسی طرح ایک اور موقع پر روسائے قریش یعنی عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوسفیان بن حرب، النضر بن الحارث (بن کلدہ) از بنی عبدالدار، ابوالبختری بن ہشام، اسود بن المطلب بن کندہ، زمعہ بن الاسود، ولید بن مغیرہ، ابوجہل بن ہشام، عبداللہ بن امیہ، عاص بن وائل، نبیہ بن الحجاج اور منبہ بن الحجاج السہمی اور امیہ بن خلف غروب آفتاب کے وقت صحن کعبہ میں اکٹھے ہوئے، پھر انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلوا بھیجا اور کہا کہ آپ کی قوم کے معززین جمع ہیں اور آپ سے بات چیت کرنا

چاہتے ہیں۔ آپ اس خیال سے کہ شاید وہ قبول اسلام کے لیے آمادہ ہوگئے ہیں اور اس بارے میں آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں، جلدی جلدی تشریف لائے، جب آپ آکر بیٹھے تو کفار مکہ نے وہی باتیں دہرائیں جو عتبہ پہلے ہی آپ سے کر چکا تھا آپ نے فرمایا: میں نہ تو مال جمع کرنے آیا ہوں نہ ہی مجھے کوئی عہدہ مطلوب ہے، نہ ہی کوئی ریاست میرا مقصود ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے لیے اس کا بشیر اور نذیر بنوں اس پر قریش مکہ بولے کہ اگر آپ کو یہ سب باتیں منظور نہیں ہیں، تو پھر دیکھو کہ ہمارا علاقہ کس طرح کا بنجر علاقہ ہے۔ آپ اس علاقے کو سرسبز وشاداب خطے میں بدل دیں اور اس علاقے میں نہریں جاری کر دیں اور ہمارے مُردوں خاص طور پر قصی بن کلاب کو زندہ کردیں، اگر انہوں نے آپ کی تصدیق کی تو ہم بھی آپ کی تصدیق کریں گے، آپ نے فرمایا: یہ سب کام اللہ تعالیٰ کرسکتا ہے، انہوں نے کہا کہ اگر آپ یہ سب کچھ نہیں کر سکتے تو پھر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کیجئے کہ وہ آپ کے ہمراہ کسی فرشتے کو بھیج دے جو آپ کی تصدیق کرے اور آپ کو باغات، محلات اور سونے اور چاندی کے خزانے دیئے جائیں، آپؐ نے مکرر یہ جواب دیا کہ میں یہ نہیں کرسکتا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اس پر انہوں نے کہا پھر اللہ تعالیٰ سے کہیں کہ وہ آسمان کا کوئی ٹکڑا ہم پر گرادے۔ آپؐ نے فرمایا یہ کام بھی اللہ کا ہے۔ وہ چاہے گا تو ایسا کردے گا، نہیں چاہے گا تو نہیں کرے گا۔ اس پر انہوں نے کہا اگر یہ سب آپ نہیں کر سکتے، تو پھر یہ ثابت ہوگیا کہ آپؐ جس رحمان کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں، وہ یمامہ کا سردار ہے اور خداے رحمان نہیں ہے اور ہم اس پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے (۲۰)۔

نتائج:

اس طرح ان چاروں مذاکرات سے یہ بات واضح ہوگئی، کہ ''قریش مکہ'' آپ کی دعوت کو قبول نہیں کریں گے، لیکن مذاکرات کی میز پر آپؐ نے انہیں مات دی۔

(۲/الف) عام الحزن سے ۱۳ن/اق ھ تک:

مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران حیات طیبہ کا دوسرا دور عام الحزن یعنی جناب ابوطالب اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی وفات (۱۰ نبوی) سے شروع ہوتا ہے اس وقت تک دو باتیں واضح طور پر سامنے آگئی تھیں۔

ا۔ یہ کہ قریش مکہ اسلام قبول نہیں کریں گے۔

۲۔ خاندان بنی ہاشم اپنے نئے سردار ابولہب کی قیادت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے مدافعت نہیں کرے گا۔

اسی لیے اس دور میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سرگرمیاں درج ذیل اہداف و مقاصد کے حصول کے لیے جاری رہیں:

(۱) اسلام کی دعوت وتبلیغ کو عام کرنا۔

(۲) اسلام کے لیے کسی نئے مرکز کی تلاش کرنا

ان مقاصد کے حصول کے لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے درج ذیل قبائل سے مذاکرات کیے:

ا۔ اہل طائف سے مکالمہ:

طائف ایک پرفضا مقام ہے، جہاں قدیم زمانے سے عرب کا ایک طاقت ور قبیلہ ''بنوثقیف'' آباد تھا یہ قبیلہ اپنی وجاہت وسیادت میں قریش مکہ سے ہم سری کا دعویدار تھا اسی لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نئے مرحلے کے آغاز میں اس قبیلے سے گفت وشنید کا فیصلہ فرمایا اور آپ اپنے خادم خاص حضرت زیدؓ بن حارثہ کے ہمراہ اس مشکل اور کٹھن سفر پر روانہ ہوئے۔ ان دنوں یہاں عمرو بن عمیر کے تین بیٹے عبد یالیل، مسعود اور حبیب سیادت کے منصب پر فائز تھے۔ انہوں نے مذاکرات اور مکالمے کے لیے ''سردار عرب وعجم'' کی یہاں کٹھن سفر کے بعد آمد کو پسند نہیں کیا غالباً انہیں قریش مکہ کی ناراضگی کا اندیشہ تھا اور وہ خود کو ان سے لڑنے کے اہل نہیں سمجھتے تھے۔ اس موقع پر ان کے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین جو مکالمہ ہوا، اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

''آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے قریب جا کر تشریف فرما ہوئے، انہیں سلام کیا اور اپنے مخالفین کے خلاف مدد اور آپ کا ساتھ دینے کی دعوت دی۔

ان میں سے ایک بولا: اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں رسول بنا کر بھیجا ہے، تو وہ کعبہ کے پردے کو چاک کر دے گا۔

دوسرا بولا: کیا اللہ تعالیٰ کو تمہارے سوا کوئی اور رسول بنانے کے لیے نہیں ملا؟

تیسرے نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں آپؐ سے کبھی کلام نہیں کروں گا: اگر آپؐ اپنے

وعدے میں سچے ہیں، تو آپ کی بات کو رد کرنا میرے لیے بے حد خطرناک ہوگا، بصورت دیگر میرا آپ سے ہم کلام ہونا میرے رتبے کے خلاف ہے۔ اس پر آپ وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا: کہ تم نے جو کیا سو کیا: البتہ تم میرا معاملہ پوشیدہ رکھنا (۲۱)۔

اس طرح یہ مذاکرات بھی نتیجہ خیز ثابت نہ ہوئے، لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا فرض منصبی ادا کیا، تاہم آپ کے اس سفر نے آپ کو آئندہ ہونے والے غزوات، یعنی غزوۂ حنین اور غزوۂ طائف میں بے حد فائدہ پہنچایا۔

واپسی کے سفر میں آپ کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لیے سردار قریش مطعم بن عدی سے مذاکرات کرنا پڑے جس نے آپ کو پناہ دی اور جب آپ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے تو اس کے چھ بیٹے تلواریں بے نیام کیے آپ کا پہرہ دے رہے تھے۔

۲۔ دوسرے قبائل عرب سے مذاکرات/ مکالمات:

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس صورت حال سے قطعاً مایوس نہ ہوئے اور آپ نے اپنے مقاصد و اہداف کے حصول کے لیے سرگرمی جاری رکھی اور اس دوران میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے مختلف قبائل کے دورے کیے۔

حافظ ابن کثیر نے ان قبائل سے ہونے والے مذاکرات کے اس دور کو ایک مستقل فصل میں بیان کیا ہے، جس کا عنوان یوں ہے:

> فصل في عرض رسول الله صلى الله عليه وسلم نفسه الكريمة علىٰ احياء العرب في مواسم الحج، ان يؤووه وينصّروه ويمنعوه ممن كذبه و خالفه فلم يجبه أحد منهم (۲۲)
>
> نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خود کو حج کے موسم میں مختلف قبائل عرب کے سامنے پیش کرنے کا بیان کہ وہ آپ کی تائید اور مدد کریں اور آپ کی آپ کے مخالفین اور دشمنوں سے حفاظت کریں، مگر کسی نے بھی اس کا مثبت جواب نہیں دیا۔

اس موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جن قبائل کے پاس گفتگو اور مکالمہ کے لیے تشریف لے گئے، ان میں بنو عامر، بنو غسان، بنو فزارہ، ۔۔، بنو مرہ، بنو حنیفہ، بنو سلیم، بنو عبس، ، ، بنو نضر بن ھوازن، بنو ثعلبہ

بن عکابہ، بنو کندہ وکلب، بنو الحارث بن کعب، بنو عذرہ اور قیس بن الحطیم وغیرہ شامل ہیں، ان میں سے بعض قبائل کے ساتھ بات چیت اور گفت وشنید کی تفصیلات بھی ملتی ہیں (۲۳)۔

ان میں کچھ قبائل نے آپ کی بات کو ٹال دیا، کچھ قبائل نے تلخ اور صاف جواب دے دیا (۲۴)۔

۳۔اوسی وفد سے مذاکرہ/مکالمہ:

اس موقع پر جو سب سے عمدہ اور سب سے بہتر مکالمہ ہوا وہ یثربی وفد کے ساتھ تھا یہ ۱۰ نبوی موسم حج کا واقعہ ہے، اس سال موسم حج میں بنو اوس کا ایک وفد ابوالحسیر انس بن رافع کی قیادت میں مکہ مکرمہ آیا اس کا مقصد حج کے ساتھ ساتھ یہ بھی تھا کہ وہ ''قریش مکہ'' سے اپنے مخالف قبیلے بنوخزرج کے خلاف معاہدہ کریں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق سنا تو آپ ان کے پاس تشریف لائے، اور ان کے پاس آ کر بیٹھ گئے پھر آپؐ کے اور ان کے درمیان جو مکالمہ ہوا، اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: کیا میں تمہیں اس کام سے جس کے لیے تم آئے بہتر بات نہ بتاؤں!

یثربی وفد: وہ کیا ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، میں تمہیں اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تم لوگ صرف اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہراؤ اور اُس نے مجھ پر کتاب نازل کی ہے، پھر آپؐ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا اور قرآن مجید کی آیات تلاوت کیں۔

ایاس بن معاذ (وفد کا رکن): لوگو! جس کام کے لیے تم آئے ہو، اللہ کی قسم یہ اس سے بہتر ہے۔

اس پر سردار وفد انس بن رافع نے مٹی کی ایک مٹھی لیکر ایاس بن معاذ کے چہرے پر پھینکی اور کہا: ''میری زندگی کی قسم ہم کسی اور کام کے لیے آئے ہیں۔''

اس پر ایاس خاموش ہو گیا اور یہ لوگ واپس مدینہ منورہ لوٹ گئے اور پھر اوس اور خزرج کے درمیان جنگ ہوئی اور ایاس بن معاذ سمیت دونوں طرف کے کئی لوگ مارے گئے۔

اس روایت کے راوی محمود بن لبید کہتے ہیں، کہ جو لوگ آخری وقت میں ایاس بن معاذ کے قریب تھے وہ بتاتے ہیں، کہ وہ وفات سے قبل اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ، الحمد للہ اور سبحان اللہ کے کلمات پڑھتا رہا، تا آنکہ اس کا انتقال ہوگیا (۲۵)۔

اس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو "قبائل یثرب" کے ساتھ مذاکرات میں پہلی کامیابی ملی اور ایک شخص مسلمان ہوگیا اور اس کے ذریعے اسلام کی آواز اس خطے میں پہنچ گئی۔

۴۔ قبیلہ خزرج کے ساتھ مکالمہ:

اگلے سال ۱۱-ن۔ بنوخزرج کا ایک وفد حج کے لیے آیا اور عقبہ (گھاٹی) کے مقام پر آکر اترا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حسب معمول قبائل میں تبلیغ اور دعوت کی ذمہ داری ادا کرتے ہوئے، ان کے پاس پہنچے اس موقع پر جو مذاکرہ/ مکالمہ ہوا، اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: تم لوگ کون ہو!

وفد: ہم بنوخزرج کے لوگ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: کیا یہودیوں کے ساتھ موالات (دوستی) رکھنے والے ہو؟

وفد: جی ہاں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: کیا میں تمہارے پاس بیٹھ کر تم سے گفتگو کرسکتا ہوں؟

وفد: جی ہاں، ضرور

اس پر رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا، قرآن مجید کی تلاوت کی (اور ان سے حسب عادت اسلام کی خدمت و اشاعت کے لیے مدد طلب کی)۔

یہ لوگ چونکہ یہودیوں کے ہمسائے تھے، جو اہل کتاب اور اہل علم تھے اور جب بھی ان کے اور یہودیوں کے مابین کوئی لڑائی ہوتی، تو وہ کہتے: جلد ہی ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے، اور اس کا زمانۂ بعثت قریب آگیا ہے، ہم ان کے ساتھ مل کر تمہیں قوم عاد اور قوم ثمود کی طرح قتل کریں گے، اسی لیے انہوں نے جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سنیں، تو انہوں نے آپس میں کہا: "اللہ کی قسم یہ تو وہی نبی ہے، جس سے یہودی تمہیں ڈراتے ہیں، کہیں وہ تم سے سبقت نہ لے جائیں۔"

چنانچہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر، اسلام قبول کیا اور آپ کی

تصدیق کی انہوں نے پھر کہا: کہ ہماری قوم اور دوسری قوم کے مابین عداوت اور مخالفت پائی جاتی ہے، ہوسکتا ہے اللہ آپ کی برکت سے انہیں بھی اس پر جمع کردے، اگر ایسا ہوا تو دنیا میں آپ سے زیادہ معزز شخص کوئی نہیں ہوگا بعدازاں یہ لوگ حج کے بعد واپس چلے گئے (۲۶)۔

نامور سیرت نگار محمد بن اسحاق کے مطابق یہ وفد چھ افراد پر مشتمل تھا جبکہ موسیٰ بن عقبہ کے مطابق ان کی تعداد آٹھ افراد تھی۔

۵۔عقبہ ثانیہ ۱۲ان/ اق ھ کے موقع پر متحدہ یثربی وفد سے مکالمہ

مذکورہ خزرجیوں کی محنت رنگ لائی اور آئندہ دس (۸خزرجی اور ۲اوسی) افراد پر مشتمل وفد مکہ مکرمہ آیا۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ بیعت النساء (۲۷) کی، جب یہ لوگ واپس جانے لگے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعبؓ بن عمیر کو ان کے ہمراہ بھیج دیا، جن کی کوششیں بارآور ہوئیں اور آئندہ برس ۷۳ افراد پر مشتمل نیک دل یثربیوں کا قافلہ حج کرنے اور آپ سے ملنے کے لیے آیا اور بیعت کی، اسے عقبہ ثانیہ کہا جاتا ہے۔

۶۔عقبہ ثالثہ یا اوس اور خزرج کے مشترکہ وفد سے مذاکرہ (۱۳ان/ اھ)

مکہ مکرمہ کی اسلامی تاریخ کا یہ سب سے اہم اور سب سے بڑا مذاکرہ تھا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور یثربی قبائل کے مابین پیش آیا اس موقع پر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وفد سے ملنے آئے تو خلاف معمول آپ کے چچا حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب بھی آپ کے ہمراہ تھے اس موقع پر دونوں وفود کے مابین جو مذاکرہ ہوا، اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

سب سے پہلے، حضرت عباس نے گفتگو کی انہوں نے کہا:

عباس بن عبدالمطلب: اے گروہ خزرج: (عرب کے لوگ انصار کے اس قبیلے کو خزرج، اس کے طاقت ور اور مضبوط ہونے کی وجہ سے کہتے ہیں) تمہیں علم ہے کہ ہمارے ہاں محمد کا کیا مقام و مرتبہ ہے، اور ہم نے ان کی اپنی قوم سے اس طریقے سے حفاظت کی ہے، جو طریقہ ہم نے پسند کیا، لہٰذا آپؐ اپنی قوم میں عزت کے ساتھ اور اپنے شہر میں پوری حفاظت میں ہیں، اور اب انہوں نے تمہاری طرف جانے اور تمہارے ساتھ رہنے کا فیصلہ کرلیا ہے، اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم ان سے جو وعدہ کررہے ہو، تم اُسے پورا کروگے اور تم آپؐ کی آپ کے مخالفین سے حفاظت کرسکو گے تو تم جانو اور تمہاری ذمہ داری اور اگر تم

یہ سمجھتے ہو، کہ تمہارے پاس آنے کے بعد تم آپ کو دشمن کے سپرد کر دو گے اور آپ کو ذلیل کرو گے، تو تم ابھی آپ کو چھوڑ دو، اس لیے کہ آپؐ اپنی قوم میں عزت اور حفاظت کے ساتھ ہیں۔

وفد کے لوگ: جو آپ نے کہا، وہ ہم نے سن لیا لہٰذا اے اللہ کے رسول اب آپ فرمایئے اور اپنے رب کے لیے جو بھی ذمہ داریاں ہیں انہیں بیان کیجئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: تم میری بیعت کرو۔

وفد: اور اے اللہ کے رسول ہم کس بات پر آپ کی بیعت کریں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: تم میری بات (دھیان) سے سننے، اسے خوشی اور سستی کی دونوں حالتوں میں ماننے، تنگی اور آسائش میں خرچ کرنے، نیکی کا حکم دینے، برائی سے روکنے، اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں حق بات کہنے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرنے پر بیعت کرو اور یہ کہ جب میں تمہارے پاس آجاؤں تم تم میری مدد اور میری حفاظت کرو گے، جیسے تم اپنی جانوں، اپنی بیویوں اور اپنی اولادوں کی حفاظت کرتے ہو اور (اس کے بدلے میں) تمہارے لیے جنت ہے۔

اس پر سب لوگوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی۔ بعد ازاں اسعد بن زرارہ اٹھے اور انہوں نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا:

اسعد بن زرارہ: اے اہل یثرب ذرا ٹھہرو، ہم نے آپؐ کے پاس آنے کے لیے اونٹوں کے جگر نہیں دوڑائے مگر ہم یہ بات جانتے ہیں، کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، اور آج آپ کو گھر سے نکالنا (اور اپنے ہمراہ لیکر جانا) تمام عربوں کو بھڑکانا اور بہترین لوگوں کو قتل کرانا اور تمہیں تلواروں کا شکار بنانا ہے اگر تم اس پر قائم رہو گے، تو تم آپ کو لے جاؤ اور اگر تمہیں اپنی جانوں کی طرف سے، کسی بھی قسم کا اندیشہ ہے، تو تم آپ کو چھوڑ دو یہ بات تمہارے لیے اللہ کے ہاں زیادہ عذر کا باعث ہوگی (۲۸)۔

دوسرے لوگ: اے اسعد ہم سے، اس اندیشے کو دور رکھیے، اللہ کی قسم ہم اس بیعت کو کبھی نہ چھوڑیں گے اور نہ ہی اسے کبھی واپس لیں گے۔

اس پر یہ مکالمہ ختم ہو گیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ لوٹ گئے، اور یہ وفد حج کے بعد واپس چلا گیا۔

دوسری روایت میں ہے کہ اس موقع پر حضرت براءؓ نے بھی گفتگو کی اور جب حضرت براءؓ گفتگو کر رہے تھے، تو ابوالہیثم بن التیہان کھڑے ہو گئے